لقطہ اور سزا و قضاء سے متعلق 17 فتاوی جات

○ سیلاب میں بہہ کر آنے والی چیزوں کا حکم کیا ہے ؟

○ لقطہ کسے کہتے ہیں ؟

○ گری ہوئی چیزوں کے احکام کیا ہیں ؟

اس کے علاوہ بھی اور بہت کچھ ---

مرتب وطالب العلم : عبدالماجد ظہور
عاصِم عطاری قادری جامعۃ المدینہ
فیضانِ عطار واٹر سپلائی روڈ سرگودھا

چوری کی سزا کے طور پر چور کی تنخواہ ضبط کرنا

مجیب: ابو حفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-2700

تاریخ اجراء: 27 شوال المکرم 1445ھ / 06 مئی 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

ایک کارخانہ میں چوری کے حوالے سے یہ قانون بنایا گیا ہے کہ اگر کوئی مزدور چوری کرتے پکڑا گیا تو اس کے پورے ہفتے کے پیسے کٹ جائیں گے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

کارخانہ کی انتظامیہ کا ملازم سے چوری شدہ مال لینے کا تو حق ہے، لیکن بطور سزا پورے ہفتے کی تنخواہ ضبط کرنا شرعاً ناجائز ہے، کیونکہ مالی جرمانے کے ساتھ سزا دینا شرعاً جائز نہیں کہ یہ تعزیر بالمال ہے اور تعزیر بالمال منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا حرام اور باطل طریقے سے مال کھانا ہے۔ لہذا تنخواہ کاٹنے کا قانون تو شرعاً درست نہیں ہے، ہاں! البتہ کارخانہ میں ضابطہ اخلاق وانتظام کو برقرار رکھنے کے لیے انتظامیہ بطور سزا ایسے ملازم کو نوکری سے برطرف کرنا چاہے تو اس کا انتظامیہ کو پورا حق حاصل ہے۔

اسلام میں مالی جرمانہ جائز نہیں، چنانچہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے: "التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام، ثم نسخ" ترجمہ: مالی جرمانہ اسلام کے ابتدائی دور میں تھا، پھر منسوخ ہو گیا۔ (بحرالرائق شرح کنزالدقائق، جلد5، صفحہ68، دارالکتب العلمیہ)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "تعزیر بالمال منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ درمختار میں ہے: "لا باخذ مال فی المذھب" ترجمہ: مالی جرمانہ مذہب کی رو سے جائز نہیں ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد5، صفحہ 111، رضافاونڈیشن، لاہور)

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُه اَعۡلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کیا موبائل چوری کرنے پر تاوان لازم ہوگا؟

مجیب: مولانا نور المصطفی صاحب زید مجدہ

مصدق: مفتی ہاشم صاحب مدظلہ العالی

فتوی نمبر: Lar:6294

تاریخ اجراء: 20 جمادی الاول 1438ھ/18 فروری 2017ء

دَارُالاِفْتَاء اَہلسُنَّت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک لڑکے نے میرا موبائل فون چوری کر کے پانی میں رکھ دیا جو کم و بیش چھ گھنٹے کے بعد نکالا گیا تو وہ خراب ہو چکا تھا۔ بعد میں کئی جگہوں پر بہت سے کاریگروں کو دکھایا مگر سب نے یہی کہا کہ اب یہ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ اس لڑکے پر اس موبائل فون کا تاوان لازم ہوگا یا نہیں؟ جبکہ چوری کا اس نے اقرار کیا ہے اور ہاتھ کاٹنے والی شرعی حد اگر یہاں نافذ بھی ہوتی تو بھی میں وہ نہ چاہتا، مگر مجھے اپنے سیل فون کا تاوان چاہیے۔

سائل: سہیل رضا مدنی (جامعۃ المدینہ، کڑیال، مرکز الاولیا لاہور)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورت مسئولہ میں چوری کرنے والے پر تاوان لازم ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ چوری میں ایسی صورت کہ جس میں چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اس پر تاوان ضرور لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ چوری در حقیقت غصب ہی ہے، کہ جس میں مالِ مغصوب ہلاک ہونے پر ضمان لازم آتا ہے، مگر شرع کی طرف سے اس پر حد وارد ہونے کی وجہ سے اس میں یہ خصوصیت پیدا ہو گئی کہ اگر چور کا ہاتھ کاٹا جائے تو اس پر ہلاک ہونے والے چوری شدہ مال کا ضمان لازم نہیں آتا۔ لیکن اگر کسی سبب سے ہاتھ کاٹنے کا حکم نافذ نہ ہو تو پھر وہ ضمان والا حکم لوٹ آئے گا کہ اس میں مانع تو قطعِ ید (یعنی ہاتھ کاٹنا) ہی تھا جب وہ نہ رہا تو اب ضمان ہوگا۔ یونہی مال ہلاک ہونے کی صورت میں مالک نفاذِ حد کے لئے خصومت نہ کرے بلکہ اپنے مال کا دعوی کر کے ضمان چاہے تو قطعِ ید کی حد ساقط اور ضمان نافذ ہو گا۔ لہذا مذکورہ صورتحال میں (خصوصاً جبکہ آپ کا مطالبہ بھی فقط ضمان ہی کا ہے) اس لڑکے پر اس موبائل فون کا تاوان لازم آئے گا۔ یعنی اس جیسا موبائل اگر ملتا ہو تو وہ اسے خرید کر دے، ورنہ چوری کے دن کی اس کی قیمت ادا کرے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رکشے سے بسکٹ کا ایک پیکٹ گر گیا، اس کا مالک نہیں مل رہا، تو کیا حکم ہے؟

مجیب: مولانا عابد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1623

تاریخ اجراء: 16 رمضان المبارک 1445ھ / 27 مارچ 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کچھ عرصہ قبل ایک آٹو رکشہ سے بسکٹ کا پیکٹ گر گیا تھا، بہت کوشش کی گئی کہ اس کے مالک کا پتہ چل جائے، لیکن معلوم نہیں ہو سکا، ایجنسی میں بھی رابطہ کیا کہ کسی کا مال کم پہنچا ہو، شکایت آئی ہو، لیکن وہاں سے بھی معلومات نہیں مل سکیں، ہم اس پیکٹ کو کب تک سنبھال کر رکھیں، مالک کے ملنے کی امید نہیں اور اس کی ایکسپائری بھی تین مہینے کی ہے، تو یہ خراب ہو جائیں گے، کیا ہم یہ پیکٹ کسی مستحق کو دے سکتے ہیں؟ مالک کا بھی پتہ کرتے رہیں گے، اگر مالک مل گیا، تو اس کو اس کی قیمت دے دیں گے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں بسکٹ کا حکم لقطے والا ہے اور لقطہ کا حکم یہ ہے کہ اصل مالک کی تلاش کے لئے ممکنہ حد تک تشہیر کی جائے۔ بار بار رابطہ کر کے پوچھتے رہیں کہ ہو سکتا ہے اصل مالک مل جائے۔ اگر مالک مل جائے، تو اسے یہ بسکٹ دے دیں، یوں آپ بریٔ الذمہ ہو جائیں گے۔ البتہ اگر اس کے باوجود بھی کسی طرح اصل مالک کا پتا نہ چلے اور چیز بھی کھانے والی ہے اور اس کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے تو اب حکم یہ ہے کہ خراب ہونے سے پہلے پہلے کسی شرعی فقیر کو دے دیں، تاہم یہ ذہن میں رکھیں کہ صدقہ کرنے کی صورت میں آپ بریٔ الذمہ تو ہو جائیں گے، لیکن اگر پھر کبھی اصل مالک مل جاتا ہے اور وہ صدقہ کرنے سے راضی نہیں ہوتا، تو آپ کو اس کی مثل بسکٹ یا اس کی رقم اپنے پاس سے دینی ہو گی۔

بہار شریعت میں ہے: ”جو چیزیں خراب ہو جانے والی ہیں جیسے پھل اور کھانے ان کا اعلان صرف اتنے وقت تک کرنا لازم ہے کہ خراب نہ ہوں اور خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو مسکین کو دیدے۔“ (بہار شریعت، جلد 2، صفحہ 480، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَ اللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مسجدِ نبوی میں کوئی چیز ملے مگر اس کے مالک کا علم نہ ہو، تو حکم

مجیب: مولانا محمد کفیل رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1615

تاریخ اجراء: 11 رمضان المبارک 1445ھ / 14 مارچ 2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

مسجد نبوی کی صف پر کوئی چیز مثلاً عطر یا تسبیح ملے تو کیا وہ رکھ سکتے ہیں؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

مسجد نبوی شریف یا کسی بھی جگہ پڑا ہوا مال کہیں ملے، جس کے مالک کا علم نہ ہو تو اسے لقطہ کہتے ہیں۔ اس کو اٹھانے نہ اٹھانے کے متعلق درج ذیل تفصیل ہے:

اگر یہ خیال ہو کہ میں اس کے مالک کو تلاش کر کے دے دوں گا تو اُٹھالینا مستحب ہے اور اگر اندیشہ ہو کہ شاید میں خود ہی رکھ لوں اور مالک کو نہ تلاش کروں تو چھوڑ دینا بہتر ہے اور اگر ظن غالب ہو کہ مالک کو نہ دوں گا تو اُٹھانا، ناجائز ہے۔ اور اپنے لیے اٹھانا حرام ہے اور اس صورت میں غصب کے حکم میں ہے۔ اور اگر یہ ظن غالب ہو کہ میں نہ اٹھاؤں گا تو یہ چیز ضائع ہو جائے گی تو اٹھالینا ضرور ہے لیکن اگر نہ اٹھائی اور ضائع ہو گئی تو اس پر کوئی تاوان نہیں۔

کسی کی گری پڑی چیز اٹھالی، تو اس کے متعلق درج ذیل تفصیل ہے:

ملتقط (اٹھانے والے) پر تشہیر لازم ہے یعنی بازاروں اور شارع عام (عام راستہ) اور مساجد میں اتنے زمانے تک اعلان کرے کہ ظن غالب ہو جائے کہ مالک اب تلاش نہ کرتا ہو گا۔ یہ مدت پوری ہونے کے بعد اُسے اختیار ہے کہ لقطے کی حفاظت کرے یا کسی فقیر شرعی پر تصدق کر دے۔ فقیر کو دینے کے بعد اگر مالک آگیا تو اسے اختیار ہے کہ صدقہ کو جائز (نافذ) کر دے یا نہ کرے، اگر جائز کر دیا، ثواب پائے گا اور جائز نہ کیا، تو اگر وہ چیز موجود ہے، تو اپنی چیز لے لے اور ہلاک ہو گئی ہے، تو تاوان لے گا۔ یہ اختیار ہے کہ ملتقط (اٹھانے والے) سے تاوان لے یا مسکین سے، جس سے بھی لے گا وہ دوسرے سے رجوع نہیں کر سکتا (یعنی دوسرے سے نہیں لے سکتا)۔ (ماخوذ از بہار شریعت)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

چھ سال کی بچی کو سو روپے پڑے ہوئے ملے، اس کا حکم

مجیب: مولانا جمیل احمد غوری عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-1534

تاریخ اجراء: 23شعبان المعظم 1445ھ /05مارچ2024ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

تقریباً چار ماہ پہلے میری چھ سال کی چھوٹی بیٹی کو گلی سے ایک سو 100 روپیہ زمین پر گرا ہوا ملا، اس نے گھر آکر مجھے دے دیئے۔ میں نے گلی میں دیکھا کوئی بھی نہیں ملا۔ مین بڑی گلی ہے، لوگوں کی آمد و رفت بھی زیادہ ہے، مالک کا ملنا بہت مشکل ہے، پتا نہیں کون ہے مالک۔ اس لقطہ کے بارے میں کیا حکم ہو گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

یہ رقم بھی لقطہ کے حکم میں ہے اور شرعی نقطہ نظر سے نابالغ بچے کے لقطہ اٹھانے کا حکم ایسا ہی ہے جیسے بالغ کے لقطہ اٹھانے کا حکم ہوتا ہے، البتہ لقطہ کے مال کی حفاظت اور اس کی تشہیر کرنا نابالغ کے ولی یا سرپرست پر لازم ہو گی۔ اتنے زمانہ تک تشہیر کرے کہ ظن غالب ہو جائے کہ مالک اب تلاش نہ کرتا ہو گا۔ یہ مدت پوری ہونے کے بعد اختیار ہے کہ اس رقم کی حفاظت کریں یا کسی مسکین پر تصدق کر دیں اور اگر بچی خود شرعی فقیر ہو تو ولی یا سرپرست وہ رقم بچی پر بھی خرچ کر سکتا ہے۔

اس کے بعد اگر لقطے کا مالک مل گیا اور اس نے اپنی رقم کا مطالبہ کیا تو اب ولی یا سرپرست اپنے مال سے رقم ادا کریں گے، نابالغ کے مال سے رقم ادا نہیں کی جائے گی۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”بچہ کو کوئی پڑی ہوئی چیز ملی اور اٹھالایا، تو اس کا ولی یا وصی تشہیر کرے اور مالک کا پتا نہ ملا اور وہ بچہ خود فقیر ہے، تو ولی یا وصی خود اس بچہ پر تصدق کر سکتا ہے اور بعد میں مالک آیا اور تصدق کو اس نے جائز نہ کیا، تو ولی یا وصی کو ضمان دینا ہو گا۔“ (بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ 475، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اپنی دوکان کے سامنے سے رقم ملی تو کیا حکم ہے؟

مجیب: محمد سجاد عطاری مدنی

فتوی نمبر: Web-857

تاریخ اجراء: 21رجب المرجب1444ھ/13فروری2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میری شاپ پر ایک ہی کسٹمر آیا، اس کے علاوہ کوئی نہیں آیا، آنے کے بعد وہ دوسری دوکان پر چلا گیا، اسی دوران میں نے اپنی شاپ کے سامنے کچھ رقم گری ہوئی دیکھی جو میں نے اٹھالی کہ شاید اسی کسٹمر کی گری ہو گی، میں نے اس کسٹمر سے معلوم کیا، تو اس نے کہا کہ یہ رقم میری نہیں گری۔ اس صورت میں میرے لئے کیا حکم ہے جبکہ مجھے معلوم ہے کہ یہ رقم میرے علاوہ کسی اور شخص کی گری ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں جبکہ آپ کو یقینی طور پر معلوم ہے کہ یہ پیسے کسی سے رہ گئے ہیں اور ان کے مالک کا علم نہیں تو یہ لقطہ ہے اور لقطہ کا حکم یہ ہے کہ اصل مالک کی تلاش کے لئے ممکنہ حد تک تشہیر کی جائے۔ آپ کو چاہیئے کہ دکان میں آنے جانے والوں سے معلوم کریں یا دکان پر لکھ کر لگادیں کہ اگر کسی کی کوئی چیز گم ہوئی ہے، تو رابطہ کرے۔ اگر مالک مل جائے، تو اسے یہ رقم دے دیں، یوں آپ بریٔ الذمہ ہو جائیں گے۔ البتہ اگر اس کے باوجود بھی کسی طرح اصل مالک کا پتا نہ چلے، تو یہ رقم اپنے پاس حفاظت کی غرض سے رکھ لیں اور جب اس کے مالک کے ملنے کی امید نہ رہے، تو کسی شرعی فقیر کو دے دیں یا کسی بھی ثواب والے کام میں صرف کر دیں، تاہم یہ ذہن میں رکھیں کہ صدقہ کرنے کی صورت میں آپ بریٔ الذمہ تو ہو جائیں گے، لیکن اگر پھر کبھی اصل مالک مل جاتا ہے اور وہ صدقہ کرنے سے راضی نہیں ہوتا، تو آپ کو یہ رقم اپنے پاس سے دینی ہو گی۔

لقطہ سے متعلق معلومات کیلئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب بہارِ شریعت، حصہ 10 صفحہ 473تا479 ملاحظہ ہو۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

سیلاب میں بہہ کر آنے والی چیزوں کا حکم

مجیب: عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

فتوی نمبر: WAT-1257

تاریخ اجراء: 18 ربیع الثانی 1444ھ/14 نومبر 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

اگر سیلاب میں بہہ کر کوئی جانور یا چارپائی وغیرہ ہم تک پہنچے، تو ہم اسے لے کر اس سے نفع اٹھا سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں بہہ کر آنے والے جانور، چارپائی یا کسی دوسرے سامان وغیرہ کا حکم مالِ لقطہ کا ہوگا اور لقطہ کا حکم یہ ہوتا ہے کہ اس کی تشہیر کرے، اگر مالک مل جائے، تو اسے واپس کرے، اگر مالک نہ ملے اور ظنِ غالب ہو جائے کہ مالک اب اسے تلاش نہ کرتا ہوگا، تو اسے صدقہ کر دے۔ نیز واضح رہے کہ اگر اس چیز کو اس نیت سے لے لیا کہ خود رکھ لے گا، مالک تک نہیں پہنچائے گا، تو یہ حرام و گناہ ہے اور یہ غاصب قرار پائے گا۔

اس تفصیل کے مطابق صورتِ مسئولہ میں یہ حکم ہوگا کہ ممکنہ صورت میں اس کے مالک کو تلاش کرے، بالخصوص جس جانب سے پانی آرہا تھا، اس طرف کے علاقے کے لوگوں میں مالک کی تلاش کی جائے اور عام طور پر جس کا جانور یا کوئی چیز گم ہو، تو وہ بھی اس کی تلاش کرتا ہے، تو اس طرح اصل مالک کو تلاش کر کے اس تک پہنچائے اور اگر وہ نہ رہا ہو، تو اس کے ورثاء تک پہنچائے اور اگر تشہیر کرنے اور مالک کو ڈھونڈنے کی کوشش کے باوجود مالک کا کسی طرح پتا نہ چل سکا اور یوں ہی مالک کی تلاش و انتظار میں اتنی مدت گزر جائے کہ ظن غالب ہو جائے کہ اب وہ اس کی تلاش نہیں کر رہا ہوگا، تو اسے مالک کی طرف سے صدقہ کر دے اور اسے کسی بھی نیکی کے کام میں بطورِ صدقہ دے سکتے ہیں اور اگر خود شرعی فقیر ہو، تو خود بھی استعمال کر سکتا ہے۔

لیکن اگر صدقہ کرنے کے بعد اصل مالک آجائے اور وہ اسے کو صدقہ کرنے پر راضی نہ ہو اور اس کا مطالبہ کرے، تو وہ چیز یا اس کی قیمت اسے لوٹانی ہوگی۔

نوٹ: اس موقع پر تشہیر کے لیے عمومی ذرائع مثلاً الیکٹرانک میڈیا۔ پرنٹ میڈیا وغیرہ کو استعمال کیا جائے تاکہ اصل مالک تک آواز پہنچ سکے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

گِری پڑی ملنے والی رقم کا حکم

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضانِ مدینہ مارچ 2022

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک اسلامی بھائی کو تقریباً آٹھ مہینے پہلے کچھ رقم ملی تھی، اُنہوں نے اُسی وقت خوب اعلان کروایا، تشہیر کی، مگر آج تک اُس رقم کا اصل مالک نہیں ملا۔ عرض یہ ہے کہ کیا اُس رقم کو مسجد یا مدرسے میں خرچ کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

گری پڑی رقم ملی اور اُسے اُس کے مالک تک پہنچانے کے لیے حتی المقدور ذرائع استعمال کیے، مگر مکمل تشہیر اور کوشش کے باوجود مالک تک رسائی نہیں ہوئی اور اب اُس کا ملنا ناممکن سا ہے، تو اُس رقم کو مسجد، سُنّی مدرسے یا کسی فقیرِ شرعی کو صدقہ کیا جا سکتا ہے اور اگر اُٹھانے والا خود فقیرِ شرعی ہے تو اپنے استعمال میں بھی لا سکتا ہے۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ صدقہ کرنے کی صورت میں وہ بَرِی تو ہو جائیں گے، لیکن اگر پھر کبھی اصل مالک مل جاتا ہے اور وہ اُس رقم کو صدقہ کر دینے سے راضی نہیں ہوتا تو مالک کو رقم واپس کرنا ہو گی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

بینک اکاؤنٹ میں غلطی سے کسی کے پیسے آجائے تو کیا کریں؟

فتوی نمبر:WAT-232

تاریخ اجراء:05ربیع الآخر1443ھ/11نومبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

میرے بینک اکاؤنٹ میں غلطی سے کسی کے دس ہزار روپے آگئے ہیں، اب وہ تو نہیں ملے گا تو ان پیسوں کا کیا کریں؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں آپ خود ان پیسوں کو ہرگز استعمال نہ کریں، بلکہ بینک جاکر پیسے بھیجنے والے کی معلومات لیں کہ عموماً کئی صورتوں میں پیسے بھیجنے والے کی معلومات مل ہی جاتی ہیں، لہذا معلومات لے کر اصل مالک کو رقم واپس کریں اور اگر ہر طرح کی کوشش کے باوجود بھی معلومات نہ مل سکے تو بھی اس کی اتنی دیر تک تشہیر کی جائے کہ مالک مل جائے اور رقم اسے دے دی جائے اور جب ظن غالب ہو جائے کہ اب مالک نہیں ملے گا تو اسے صدقہ کر دیا جائے اور صدقہ کرنے کے بعد اگر مالک آگیا، تو اسے اختیار ہے کہ صدقہ کو جائز کر دے یا نہ کرے، اگر جائز کر دیا تو ثواب پائے گا اور جائز نہ کیا، تو اگر وہ رقم موجود ہے، تو اپنی رقم لے لے اور اگر ہلاک ہو گئی ہے، تو اس کا تاوان لے گا اور اسے یہ اختیار ہے کہ آپ سے تاوان لے یا جس فقیر پر صدقہ کیا ہے اس سے لے، جس سے بھی لے گا، وہ فرد دوسرے سے رجوع نہیں کر سکتا۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

لقطہ(گری پڑی چیز)کے متعلق احکام

فتوی نمبر: WAT-95

تاریخ اجراء: 13صفر المظفر1443ھ /21ستمبر2021ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

راہ میں چلتے ہوئے اگر کسی کی رقم یا زیور پڑا ہوا ملے تو کیا حکم ہے؟ اٹھا لینا چاہیے یا چھوڑ دینا چاہیے؟ اگر اٹھا لیا تو کیا کرنا ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

راہ میں پڑا ہوا مال کہیں ملے، جس کے مالک کا علم نہ ہو تو اسے لقطہ کہتے ہیں۔(الف) اس کو اٹھانے نہ اٹھانے کے متعلق درج ذیل تفصیل ہے:

اگر یہ خیال ہو کہ میں اس کے مالک کو تلاش کر کے دیدوں گا تو اُٹھا لینا مستحب ہے اور اگر اندیشہ ہو کہ شاید میں خود ہی رکھ لوں اور مالک کو نہ تلاش کروں تو چھوڑ دینا بہتر ہے اور اگر ظن غالب ہو کہ مالک کو نہ دوں گا تو اُٹھانا ناجائز ہے۔ اور اپنے لیے اٹھانا حرام ہے اور اس صورت میں غصب کے حکم میں ہے۔ اور اگر یہ ظن غالب ہو کہ میں نہ اٹھاؤں گا تو یہ چیز ضائع ہو جائے گی تو اٹھا لینا ضرور ہے لیکن اگر نہ اٹھائی اور ضائع ہو گئی تو اس پر کوئی تاوان نہیں۔

(ب) کسی کی گری پڑی چیز اٹھا لی، تو اس کے متعلق درج ذیل تفصیل ہے:

ملتقط(اٹھانے والے) پر تشہیر لازم ہے یعنی بازاروں اور شارع عام(عام راستہ) اور مساجد میں اتنے زمانہ تک اعلان کرے کہ ظن غالب ہو جائے کہ مالک اب تلاش نہ کرتا ہو گا۔ یہ مدت پوری ہونے کے بعد اُسے اختیار ہے کہ لقطہ کی حفاظت کرے یا کسی فقیر شرعی پر تصدق کر دے۔ فقیر کو دینے کے بعد اگر مالک آ گیا تو اسے اختیار ہے کہ صدقہ کو جائز(نافذ) کر دے یا نہ کرے، اگر جائز کر دیا، ثواب پائے گا اور جائز نہ کیا، تو اگر وہ چیز موجود ہے، تو اپنی چیز لے لے اور ہلاک ہو گئی ہے، تو تاوان لے گا۔ یہ اختیار ہے کہ ملتقط(اٹھانے والے) سے تاوان لے یا مسکین سے، جس سے بھی لے گا وہ دوسرے سے رجوع نہیں کر سکتا(یعنی دوسرے سے نہیں لے سکتا)۔

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مسافر اپنا سامان بھول جائے تو ڈرائیور کیا کرے؟

مجیب: مفتی علی اصفر صاحب مدظلہ العالی

تاریخ اجراء: ماہنامہ فیضان مدینہ ربیع الآخر 1442ھ

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ٹیکسی چلاتا ہوں بعض اوقات مسافر اترتے ہوئے اپنا سامان بھول جاتے ہیں تو میرے لئے اس سامان سے متعلق کیا حکم شرعی ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسافروں کا جو سامان آپ کو اپنی ٹیکسی سے ملے، وہ لقطہ کے حکم میں ہے اور لقطہ کا حکم یہ ہے کہ اصل مالک کی تلاش کے لئے ممکنہ حد تک تشہیر کی جائے مثلاً جہاں سے اٹھایا یونہی جہاں ڈراپ کیا وہاں معلومات مل سکتی ہوں تو وہاں پتا کیا جائے کچھ انتظار بھی کیا جائے کہ مالک خود ٹیکسی والے کی تلاش میں ہو تو اسے مل جائے اگر مالک مل جائے تو یہ سامان اس کو دے دیں آپ بریٔ الذمہ ہو جائیں گے لیکن اس کے باوجود اگر کسی طرح مالک کا پتا نہ چلے تو یہ سامان اپنے پاس حفاظت کی غرض سے رکھ لیں اس کے ملنے کی جب امید نہ رہے تو اس کی طرف سے کسی شرعی فقیر، مسکین کو صدقہ کر دیں، یونہی اگر آپ شرعی فقیر ہیں تو مدّتِ مذکورہ تک اعلان کے بعد اپنے صرف میں بھی لا سکتے ہیں، صدقہ کرنے کی صورت میں آپ بریٔ الذمہ تو ہو جائیں گے لیکن اگر پھر کبھی اصل مالک مل جاتا ہے اور وہ صدقہ کرنے سے راضی نہیں ہوتا تو مالک کو اس سامان کی قیمت اپنے پاس سے دینی ہوگی۔

(الفتاوی الھندیۃ، 289/2، فتاویٰ رضویہ، 55/25، بہارِ شریعت، 476/2، 475 ملتقطاً)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کسی کے گرے ہوئے پیسے اٹھا کر خرچ کر دئیے تو کیا حکم ہے؟

مجیب: ابوالحسن جمیل احمد غوری عطاری

فتوی نمبر: Web-838

تاریخ اجراء: 12جمادی الاُخریٰ1444ھ/05جنوری2023ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

مجھے کالج کے احاطہ میں زمین پر گرے ہوئے پیسے ملے، اب اگر میں اس کا اعلان کرتا، تو ہر کوئی مالک بن جاتا، اس لیے میں نے کسی سے بھی معلوم نہیں کیا اور وہ پیسے خرچ کر دیئے۔ اب مجھے احساس ہوا کہ یہ میں نے غلط کیا ہے، میری رہنمائی فرمائیے کہ اس صورت میں اب میرے لئے کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اس رقم کی حیثیت لقطے کی تھی اور لقطے کا حکم یہ ہے کہ اتنے عرصہ تک اس کی تشہیر یعنی اعلان کیا جائے کہ اس بات کا غالب گمان ہو جائے کہ مالک اب تلاش نہ کرتا ہوگا۔ یہ مدت پوری ہونے کے بعد اُسے اختیار ہے کہ لقطہ کی حفاظت کرے یا کسی مسکین پر صدقہ کر دے۔ ہر کوئی مالک بن جائے گا، اس گمان سے اپنے آپ کو مالک بنا لینا اور خرچ کر لینا ہرگز جائز نہیں، بلکہ غصب کی طرح حرام ہے، لہٰذا آپ پر توبہ کرنا اور اس رقم کے مالک کو تلاش کر کے تاوان ادا کرنا لازم ہے۔ ہاں اگر تلاش کے باوجود مالک نہ ملے اور مالک ملنے کی امید بھی نہ رہے، تو آپ پر اپنی جیب سے اتنی رقم شرعی فقیر پر صدقہ کرنا لازم ہوگا۔

درمختار میں ہے: ”(علیہ دیون ومظالم جھل أربابھا وأیس) من علیہ ذلك (من معرفتھم فعلیہ التصدق بقدرھا من مالہ وإن استغرقت جمیع مالہ) ھذا مذھب أصحابنا لا نعلم بینھم خلافا۔“

ترجمہ: کسی پر دوسروں کے قرضے اور ظلماً لیے ہوئے مال لازم ہیں، لیکن ان کے مالکوں کا پتا نہیں اور اسے مالکوں کے ملنے کی امید بھی نہیں رہی، تو اب اس پر اتنی مقدار میں اپنے مال میں سے صدقہ کرنا لازم ہے، اگرچہ وہ اس کے تمام مال سے زیادہ مقدار بن جائے۔ یہ ہمارے اصحاب کا مذہب ہے۔ ہم اپنے اصحاب کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں جانتے۔“ (درمختار، کتاب اللقطۃ، جلد4، صفحہ283، دارالفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے: ”لوگوں کے دَین یا حقوق اس کے ذمہ ہیں مگر نہ اُن کا پتا ہے نہ اُن کے ورثہ کا تو اُتنا ہی اپنے مال میں سے فقرا پر تصدق کرے آخرت کے مؤاخذہ سے بری ہو جائے گا اور اگر قصداً غصب کیا ہے تو توبہ بھی کرے۔“

(بہار شریعت، جلد2، صفحہ483-484، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

عرینہ والوں کو پیشاب پینے کی اجازت وسخت سزا دینے کی وجہ

مجیب:ابوحفص مولانا محمد عرفان عطاری مدنی

فتوی نمبر:WAT-2782

تاریخ اجراء: 04ذوالحجۃالحرام1445ھ/11جون2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

درج ذیل سوالات پر شرعی رہنمائی فرمادیجیے:

(1)قبیلہ عرینہ کے لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب پینے کی کیوں اجازت دی، اس میں کیا مصلحت تھی؟

(2)نیز پھر جب وہ لوگ چرواہوں کو قتل کرکے اونٹنیاں لے کر بھاگ گئے، تو اس کی سزا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کٹوادیئے اور گرم سلائیوں اسے ان کی آنکھیں پھوڑی گئیں، پھر اُنہیں تپتے میدان میں چھوڑ دیا گیا تو وہ مر گئے، یہاں معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا یہ سب بدلے سے زیادہ سزا دینا نہیں تھا، کیا یہ ظلم نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1)حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ عرینہ کے بیمار لوگوں کو اونٹ کا پیشاب پینے کا حکم دینے کے علمائے کرام نے چند جوابات بیان فرمائے ہیں:

(الف)ایک جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس بات کا یقینی علم ہو گیا تھا کہ اُن لوگوں کا علاج اونٹوں کے پیشاب میں ہے، لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت عطا فرمائی، جبکہ ہمارے پاس پیشاب اور دیگر حرام چیزوں سے علاج ہو جانے کے یقینی علم کا کوئی ذریعہ نہیں، لہذا ہمارے لئے حکم شرعی یہی ہے کہ بطور علاج یا کسی دوسرے مقصد کے لیے کسی بھی جانور کا پیشاب پینا شرعاً جائز نہیں۔

(ب)ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی اُن کا مرتد ہونا جان لیا تھا، لہذا اُنہیں یہ علاج تجویز فرمایا، اور کافر کی بیماری کی شفا ناپاک چیز میں ہو اور مؤمن کیلئے اُس میں شفا نہ ہو، اس میں کوئی بعید بات نہیں، ایسا ہو سکتا ہے۔

(2) جہاں تک قبیلہ عرینہ کے لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور گرم سلائیوں سے اُن کی آنکھیں پھوڑنے والی بات ہے، تو یہ ہر گز ظلم وزیادتی اور بدلے سے زیادہ سزا دینا نہیں بلکہ جیسا جرم تھا اس کے مطابق اسی طرح کی سزا تھی کیونکہ وہ لوگ مدینہ منورہ میں مہمان نوازی سے لطف اٹھانے، احسانات پانے کے بعد مرتد ہوئے، اونٹ چوری کئے اور نہایت ظلم کرتے ہوئے مسلمان چرواہوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے تھے، گرم سلائیوں سے اُن کی آنکھیں پھوڑی تھیں، ان کی زبانوں اور آنکھوں میں کانٹے چبھوئے تھے، یہاں تک کہ وہ مر گئے، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدلے میں ان کے ساتھ یہی سلوک فرمایا۔

قبیلہ عرینہ والوں کو پیشاب پینے کا حکم دینے کی تاویل بیان کرتے ہوئے، علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ بحر الرائق میں لکھتے ہیں: "وتأويل ما روي في قصة العرنيين أنه عليه السلام عرف شفاء هم فيه وحيا ولم يوجد تيقن شفاء غيرهم؛ لأن المرجع فيه الأطباء وقولهم ليس بحجة قطعية۔۔۔ ولأنه عليه السلام علم موتهم مرتدين وحيا ولا يبعد أن يكون شفاء الكافرين في نجس دون المؤمنين بدليل قوله تعالى: {الخبيثٰت للخبيثين}" ترجمہ: اور قصہ عرینہ میں جو یہ بات مروی ہے کہ (نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان کو بطور علاج اونٹوں کے پیشاب پینے کا حکم فرمایا تو) اس کی تاویل یہ ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے پیشاب میں ان کی شفا ہونے کو وحی کے ذریعے جان لیا تھا، اور ان کے علاوہ کسی کی شفا کے متعلق ایسا یقین نہیں جانا جاسکتا، کیونکہ اس معاملے میں طبیب لوگ مرجع ہوتے ہیں اور ان کا قول قطعی دلیل نہیں۔۔۔ (ایک جواب یہ بھی ہے کہ) یا پیشاب پینے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ حضور علیہ السلام نے ان کے مرتد ہونے کی حالت میں مرنے کو وحی کے ذریعے جان لیا تھا اور کوئی بعید نہیں کہ کافر کی بیماری کی شفا ناپاک چیز میں ہو اور مؤمن کیلئے اس میں شفا نہ ہو، اللہ تعالی کے اس فرمان کی وجہ سے کہ خبیث چیز خبیث لوگوں کیلئے ہے۔ (البحر الرائق، ج 1، التداوی ببول ما یؤکل لحمہ، ص 122، دار الکتاب الإسلامی)

قبیلہ عرینہ والوں سے متعلق صحیح مسلم میں ہے "عن أنس، قال: «إنما سمل النبي صلى الله عليه وسلم أعين أولئك، لأنهم سملوا أعين الرعاء» "ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالی سے مروی ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے عرینہ والوں کی آنکھیں گرم سلائیوں سے اسی لیے پھوڑیں کہ انہوں نے چرواہوں کی آنکھیں گرم سلائیوں سے پھوڑی تھیں۔ (صحیح مسلم، کتاب القسامۃ، باب حکم المحاربین والمرتدین، ج 03، ص 1298، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:"إنما فعل بهم صلى الله عليه وسلم هذا مع نهيه عن المثلة إما لأنهم فعلوا ذلك بالرعاة وإما لعظم جريمتهم فإنهم ارتدوا وسفكوا الدماء وقطعوا الطريق وأخذوا الأموال، وللإمام أن يجمع بين العقوبات في سياسته. قال النووي: اختلفوا في معنى الحديث فقيل كان هذا قبل نزول الحدود وآية المحاربة مع قطع الطريق۔۔۔ وإنما فعل ذلك صلى الله عليه وسلم قصاصا" ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ یہ معاملہ مثلہ کی ممانعت کے باوجود یا تو اس لئے کیا کہ انہوں نے چرواہوں کے ساتھ یہی معاملہ کیا تھا، اور یا پھر ان کے جرموں کے سخت ہونے کی وجہ سے کیا تھا، کیونکہ وہ مرتد ہوئے، انہوں نے خون بہائے، ڈاکہ ڈالا، اور اموال چھین لئے اور حاکم اپنی مصلحت کے تحت تمام قصاصوں کو جمع کر سکتا ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ علماء نے اس حدیث کے معنی میں اختلاف کیا، تو کہا گیا کہ یہ واقعہ حدود اور ڈاکہ ڈالنے کے ساتھ محاربہ والی آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔۔۔ (یا پھر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل بطور قصاص فرمایا تھا۔ (مرقاۃ المفاتیح، جلد 6، باب قتل اهل الردۃ، صفحہ 2313، دار الفکر، بیروت)

بحر الرائق میں ہے:"وقد أنكر بعضهم كون الواقع في قصتهم كما روى ابن سعد في خبرهم أنهم قطعوا يد الراعي ورجله وغرزوا الشوك في لسانه وعينه حتى مات فليس هذا بمثلة والمثلة ما كان ابتداء على غير جزاء" ترجمہ: بعض نے اس واقعے میں مثلہ کے ہونے کا انکار کیا ہے جیسا کہ ابن سعد نے ان کے واقعے میں اس کو روایت کیا ہے کہ ان لوگوں نے چرواہوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے تھے اور ان کی زبان اور آنکھوں میں کانٹے چبھوئے تھے، یہاں تک کہ وہ چرواہے مر گئے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا (بدلے میں) یہ فعل مُثلہ نہیں (بلکہ قصاص ہے)۔ اور مثلہ وہ ہوتا ہے کہ جو ابتداء بغیر کسی قصاص کے ہو۔ (بحر الرائق، جلد 1، صفحہ 121، دار الکتاب الإسلامي)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کسٹمر دکان پر سامان رکھوا کر بھول جائے، تو حکم

1

ریفرنس نمبر: Sar 7581 تاریخ: 10-11-2021

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ جب گاہک دکان پر آتے ہیں، تو بسااوقات ان میں سے کسی کے ہاتھ میں سامان ہوتا ہے، جو دکان پر بھول کر چلے جاتے ہیں اور واپس نہیں آتے اور نہ ہی گاہک کا معلوم ہوتا ہے کہ کون تھا اور کہاں سے آیا تھا یا کچھ لوگ بھول کر نہیں جاتے، بلکہ اپنے ساتھ لایا ہوا سامان ہمارے پاس بطورِ حفاظت رکھوا جاتے ہیں یا اشارے سے حفاظت کا کہہ جاتے ہیں، لیکن وہ واپس نہیں آتے، بھول جاتے ہیں اور بسااوقات گاہک بالکل اجنبی ہوتا ہے، اس کا کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کون ہے، کہاں سے آیا ہے اور بسااوقات سامان پھل سبزیوں وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے اور جلد خراب ہونے والا ہوتا ہے اور بسااوقات جلد خراب ہونے والا سامان نہیں ہوتا، اب ان تمام صورتوں میں ہمارے لیے کیا حکم شرع ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

جو گاہک اپنے ساتھ لایا ہوا سامان کسی کی حفاظت میں دیئے بغیر دکان پر بھول کر چلا جائے اور اس شخص کے بارے میں کوئی معلومات بھی نہ ہو، تو اس سامان کی شرعی حیثیت لقطہ کی ہے، کیونکہ لقطہ اس مال کو کہتے ہیں، جو کہیں پڑا ہوا مل جائے اور اس کا حکم یہ ہے کہ جس شخص نے سامان اٹھایا، اس پر اتنی مدت تشہیر کرنا لازم ہے کہ اسے غالب گمان ہو جائے کہ اب مالک تلاش نہیں کرتا ہوگا اور اگر چیز جلد خراب ہونے والی ہو، جیسے پھل، سبزی وغیرہ تو ان کا اعلان فقط اتنی مدت تک کرنا لازم ہے کہ خراب نہ ہوں، مذکورہ دونوں صورتوں میں مدت پوری ہونے کے بعد اسے اختیار ہے کہ وہ لقطہ (اٹھائے ہوئے سامان) کی حفاظت کرے یا کسی مسکین پر صدقہ کر دے یا کسی مصرفِ خیر میں صرف کر دے، مسکین کو دینے یا مصرفِ خیر میں صرف کرنے کے بعد اگر مالک آگیا، تو مالک کو اختیار ہے کہ صدقہ جائز کر دے یا نہ کرے اگر جائز کر دے، تو ثواب پائے گا اور جائز نہ کیا اور وہ چیز موجود ہے، تو اپنی چیز لے لے اور اگر باقی نہ رہی ہو، تو تاوان لے گا، یہ اختیار ہے کہ ملتقط (لقطہ اٹھانے والے) سے تاوان لے یا مسکین سے (جبکہ مسکین کو دیا ہو)، جس سے بھی لے گا، وہ

دوسرے سے رجوع نہیں کر سکتا۔

اور جو گاہک اپنا سامان بول کر یا اشارے سے دکاندار کی حفاظت میں دے جائے، تو اس سامان کی شرعی حیثیت ودیعت کی ہے۔ودیعت کہتے ہیں:"اپنا مال کسی دوسرے کو حفاظت کرنے کے لیے دینا"اس کے دو رکن ہیں:(1) ایجاب(2) قبول،یہ کبھی صراحتاً پائے جاتے ہیں، جیسے زبان سے کہامیں نے اپنا مال تمہاری حفاظت میں دیا اور دوسرا کہے میں نے قبول کیا اور کبھی دلالۃً، جیسے مالک اپنا سامان کسی کے سامنے حفاظت کے لیے رکھ کر چلا جائے،اور سامنے والا دیکھ کر خاموش رہے یا مالک نے اشارے سے حفاظت کرنے کا کہہ دیا ہو اور سامنے والے نے دیکھ کر خاموشی اختیار کر لی ہو، تو ان تمام صورتوں میں وہ چیز ودیعت کہلائے گی،ہاں اگر مودَع(جس کی حفاظت میں چیز دی گئی) کہہ دیتا ہے کہ میں ودیعت کو قبول نہیں کرتا یا میں اس کی حفاظت نہیں کروں گا،تو یہ ودیعت نہیں کہلائے گی۔

اور ودیعت کا حکم یہ ہے کہ وہ چیز مودَع(جس کی حفاظت میں دی گئی) کے پاس امانت ہوتی ہے اور اس کی حفاظت واجب اور مالک کے طلب کرنے پر دینا واجب،ہاں اگر مالک نہ ملے اور نہ ہی اس کے بارے میں معلوم ہو کہ کہاں سے آیا ہے اور زندہ بھی ہے کہ فوت ہو چکا ہے، تو اس چیز کی ہمیشہ حفاظت کرنی ہوگی کہ اسے صدقہ بھی نہیں کر سکتے،البتہ اگر وہ چیز جلد خراب ہونے والی ہے، تو اسے فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے پاس محفوظ رکھی جاسکتی ہے اور اگر مالک آجائے،تو اسے یا اس کے فوت ہونے کا علم ہو جائے،تو اس کے ورثاء کو وہ دے دی جائے۔

مذکورہ بالا تمہید کے بالترتیب جزئیات:

مالِ لقطہ کے حکم کے متعلق فتاوی ہندیہ میں ہے:"يعرف الملتقط اللقطة في الأسواق والشوارع مدة يغلب على ظنه أن صاحبها لا يطلبها بعد ذلك.....ثم بعد تعريف المدة المذكورة الملتقط مخير بين أن يحفظها حسبة وبين أن يتصدق بها فإن جاء صاحبها فأمضى الصدقة يكون له ثوابها وإن لم يمضها ضمن الملتقط أو المسكين إن شاء لو هلكت في يده فإن ضمن الملتقط لا يرجع على الفقير وإن ضمن الفقير لا يرجع على الملتقط وإن كانت اللقطة في يد الملتقط أو المسكين قائمة أخذها منه"یعنی:جس کو کوئی گری ہوئی چیز ملے وہ بازاروں اور راستوں میں اتنی مدت تک اس کا اعلان کرے کہ غالب گمان ہو جائے کہ اب مالک اس چیز کو تلاش نہیں کرے گا،پھر اتنی مدت تشہیر کرنے کے بعد اٹھانے والے کو اختیار ہے کہ ثواب کی نیت سے لقطہ کی حفاظت کرے یا اسے صدقہ کر دے، پھر اگر مالک آگیا اور اس نے صدقہ کو جائز کر دیا، تو اسے ثواب ملے گا اور اگر مالک

صدقہ کرنا، جائز قرار نہ دے اور وہ چیز بھی ہلاک ہو چکی ہو، تو اسے یہ اختیار ہے کہ ملتقط (چیز اٹھانے والے) سے تاوان لے یا مسکین سے، اگر ملتقط سے تاوان لیا، تو ملتقط مسکین سے رجوع نہیں کر سکتا اور اگر مسکین سے لیا، تو مسکین ملتقط سے رجوع نہیں کر سکتا اور اگر وہ گمی ہوئی چیز ملتقط یا مسکین کے پاس موجود ہے، تو وہ اپنی چیز اس سے لے لے گا۔

(فتاوی ھندیہ، کتاب اللقطہ، ج2، ص289، مطبوعہ کوئٹہ)

لقطہ مساجد، مدارس اور قبرستان وغیرہا امورِ خیر میں صرف کرنے کے بارے میں فتاوی رضویہ میں ہے: "ان المسجداذاخرب والعیاذباللہ واستغنی عنہ یعودعندمحمدالی ملک البانی کمافی التنویروغیرہ فاذالم یعرف بانیہ صارلقطۃ،وقدقال الامام محمدح صرفہ الی مسجدآخرفعلم ان التصدق المامور بہ فی اللقطۃ ھوبھذاالمعنی الرابع الداخل فیہ الصرف الی المقابروالحیاض والمساجد" ترجمہ: مسجد جب ویران ہو جائے والعیاذ باللہ اور لوگ اس سے مستغنی ہو جائیں، تو امام محمد کے نزدیک یہ مسجد بانی کی ملک میں آجائے گی، جیسا کہ تنویر الابصار وغیرہ کتب میں ہے اور جب بانی معلوم نہ ہو کہ کس نے مسجد بنائی ہے، تو یہ سامان لقطہ کہلائے گا اور امام محمد نے فرمایا: اس وقت اس مسجد کا سامان دوسری مسجد کو دے سکتے ہیں، لہٰذا اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ لقطہ میں جس صدقہ کا حکم دیا گیا ہے وہ اس چوتھے معنیٰ (جس میں نہ تملیک ہے نہ اباحت، یہ ایک قسم کا تصرفِ مالی ہے جس سے مسلمانوں کو نفع پہنچانا مقصود ہوتا ہے) کے ساتھ ہے جس میں لقطہ قبرستان، حوض اور مساجد پر صرف کیا جا سکتا ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج20، ص552، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

لقطہ جلد خراب ہونے والی چیز ہو، تو اس کے حکم کے بارے میں بدائع الصنائع، فتاوی عالمگیری اور درمختار میں ہے: والللفظ للدر "عرف الی ان علم ان صاحبھا لا یطلبھا او انھا تفسد ان بقیت کالاطعمۃ کانت امانۃ فینتفع بھا لو فقیرا والا تصدق بھا علی الفقیر ولو علی اصلہ وفرعہ وعرسہ الا اذا عرف انھا لذمی فانھا توضع فی بیت المال" یعنی: لقطہ اٹھانے والا اس کی تشہیر کرے گا، یہاں تک کہ وہ جان لے کہ اب اس چیز کو اس کا مالک تلاش نہیں کرتا ہو گا یا چیز کھانوں وغیرہ میں سے ایسی ہے کہ جو جلد خراب ہونے والی ہے تو یہ چیز اس لقطہ اٹھانے والے کے ہاتھ میں امانت ہو گی اور اگر یہ فقیر ہے، تو اس کے لیے اس سے نفع اٹھانا بھی جائز ہے، وگرنہ یہ کسی فقیر کو صدقہ کر دے، چاہے وہ فقیر اس کی اصل (باپ دادا) میں سے ہو یا فرع (بیٹے پوتے) میں سے یا اس کی بیوی ہو، ہر طرح جائز ہے، ہاں اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ چیز کسی ذمی کی ہے، تو اس کو بیت المال کے سپرد کر دیا جائے گا۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب اللقطہ، ج06، ص424، مطبوعہ کوئٹہ)

صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: "جو چیزیں خراب ہو جانے والی ہیں، جیسے پھل اور کھانے ان کا اعلان صرف اتنے وقت تک کرنا لازم ہے کہ خراب نہ ہوں اور خراب ہونے کا اندیشہ ہو، تو مسکین کو دیدے۔" (بہار شریعت، ج02، ص476، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ودیعت کی تعریف اور اس کے ارکان بیان کرتے ہوئے علامہ علاؤالدین حصکفی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں:
"تسلیط الغیر علی حفظ مالہ صریحا أو دلالۃ....(ورکنہا الإیجاب صریحا) کأودعتک....(أو فعلا) کما لو وضع ثوبہ بین یدی رجل ولم یقل شیئا فھو إیداع (والقبول من المودع صریحا) کقبلت (أو دلالۃ) کما لو سکت عند وضعہ فإنہ قبول دلالۃ کوضع ثیابہ فی حمام بمرأی من الثیابی" ملتقطاً۔ ترجمہ: کسی کو صراحتاً یا دلالۃً اپنے مال کی حفاظت پر مسلط کرنا ودیعت کہلاتا ہے۔ اس کا رکن ایجاب ہے، خواہ وہ صراحتاً ہو، جیسے یوں کہا کہ میں نے تمہیں ودیعت دی یا عمل سے ہو، جیسے کسی نے اپنا کپڑا دوسرے کے سامنے رکھ دیا اور کچھ نہ کہا، تو یہ ودیعت رکھنا ہے اور ودیعت کا دوسرا رکن مودع (جس کی حفاظت میں چیز دی گئی) کی طرف سے قبول کرنا ہے، خواہ قبول کرنا صراحتاً ہو، جیسے میں نے قبول کیا یا دلالۃً ہو، جیسے کسی نے اس کے سامنے چیز رکھی اور یہ خاموش رہا، تو یہ خاموش رہنا دلالۃً قبول ہے، جیسے حمام میں جامہ دار (لباس کے منتظم) کے سامنے کپڑے رکھنا۔
(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الایداع، ج08، ص526، مطبوعہ کوئٹہ)

بحرالرائق میں ہے: "رکنہا الایجاب قولا أو فعلا و القبول صریحا أو دلالۃ....وانماقلنافی الایجاب فعلالیشمل مالووضع ثوبہ بین یدی رجل ولم یقل شیئافھوایداع وانماقلنافی القبول دلالۃ لیشمل سکوتہ عندوضعہ بین یدیہ فانہ قبول دلالۃ، ملتقطا" ترجمہ: ودیعت کا ایک رکن ایجاب ہے خواہ وہ بول کر ہو یا عمل سے اور دوسرا رکن قبول ہے، خواہ وہ صراحتاً ہو یا دلالۃً اور ہم نے عمل کی صورت میں ایجاب پائے جانے کے بارے میں کہا تاکہ یہ اس صورت کو شامل ہو جائے کہ اگر کسی نے اپنا کپڑا دوسرے شخص کے سامنے رکھا اور منہ سے کپڑے کی حفاظت کرنے کے متعلق کچھ نہ بولا، تو بھی یہ ودیعت ہو گی اور ہم نے دلالۃً یعنی منہ سے کچھ بولے بغیر قبول کرنے کے بارے میں کہا تاکہ یہ شامل ہو جائے اس صورت کو کہ جب کسی نے اس کے سامنے چیز رکھی تو یہ خاموش رہا، یہ دلالۃً قبول ہے۔ (بحرالرائق، کتاب الودیعۃ، ج07، ص464، مطبوعہ کوئٹہ)

مجلۃ میں ہے: "و کذلک اذا وضع رجل مالہ فی دکان فرآہ صاحب الدکان و سکت ثم ترک

الرجل ذلک المال و انصرف صار ذلک المال عند صاحب الدکان ودیعة“ترجمہ: اور اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنا مال کسی کی دکان میں رکھا اور دکان کا مالک اسے دیکھ رہا تھا، لیکن وہ خاموش رہا پھر وہ آدمی مالکِ دکان کے سامنے اپنا مال چھوڑ کر چلا گیا، تو وہ مال مالکِ دکان کے پاس ودیعت ہو گا۔

مذکورہ بالا عبارت کے تحت شرح المجلہ میں ہے: ” مثلہ ما اذا لم یضعہ فی الدکان بل وضعہ بین یدی رجل فسکت، کمافی الدر“ترجمہ: اس کی مثل یہ مسئلہ بھی ہے کہ جب اس نے دکان میں نہ رکھا ہو، بلکہ اس نے کسی دوسرے آدمی کے سامنے رکھ دیا اور وہ آدمی جس کے سامنے رکھا گیا، خاموش رہا (تو یہ بھی ودیعت ہے) جیسا کہ در میں ہے۔ (شرح المجلة، الکتاب السادس فی الامانات، الباب الثانی، ج03، ص236، مطبوعہ کوئٹہ)

ودیعت قبول کرنے سے انکار کر دینے کے سبب چیز ودیعت کے حکم میں داخل نہ ہونے کے بارے میں جامع الفصولین اور شرح المجلہ ہے: ”ولو قال لا اقبل الودیعة والمسئلة بحالها یبرأ اذ القبول عرفا لم یثبت عند الرد صریحا“ترجمہ: اور اگر حفاظت کرنے والے نے کہا تھا کہ میں ودیعت قبول نہیں کرتا اور باقی صورت وہی ہو، تو دوسرا شخص ضمان سے بری ہو گا، کیونکہ صراحتًا رد کر دینے کے ساتھ عرفاً قبول ثابت نہیں ہوتا۔

(شرح المجلة، الکتاب السادس فی الامانات، الباب الثانی، جلد3، صفحہ237، مطبوعہ کوئٹہ)

بحر الرائق میں ہے: ”لو قال لا أقبل لا یکون مودعا، لأن الدلالة لم توجد“ترجمہ: اگر دوسرے نے کہا کہ میں ودیعت کو قبول نہیں کرتا، تو وہ ودیعت نہیں کہلائے گی، کیونکہ دلالۃً قبول نہیں پایا گیا۔

(بحر الرائق، کتاب الودیعة، ج07، ص464، مطبوعہ کوئٹہ)

ودیعت کا حکم بیان کرتے ہوئے صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: ”ودیعت کا حکم یہ ہے کہ وہ چیز مودع کے پاس امانت ہوتی ہے، اس کی حفاظت مودع پر واجب ہوتی ہے اور مالک کے طلب کرنے پر دینا واجب ہوتا ہے۔ ودیعت کا قبول کرنا مستحب ہے۔ ودیعت ہلاک ہو جائے، تو اس کا ضمان واجب نہیں۔“

(بہار شریعت، ج03، ص32، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مالک نہ ملنے کی صورت میں مالِ ودیعت کے بارے میں فتاویٰ ہندیہ میں ہے: ”غاب المودع ولا یدری حیاته ولا مماته یحفظها ابدا حتی یعلم بموته وورثته، کذا فی الوجیز للکردری ولا یتصدق بها بخلاف اللقطة، کذا فی الفتاوی العتابیة“ترجمہ: ودیعت رکھنے والا غائب ہو گیا، معلوم نہیں زندہ ہے یا مر گیا، تو ودیعت کو

ہمیشہ محفوظ ہی رکھنا ہو گا، یہاں تک کہ اس کی موت اور ورثاء کا علم ہو جائے، جیسا کہ الوجیز للکردری میں ہے۔ ودیعت کو صدقہ نہیں کر سکتا، بخلاف لقطہ کے۔

(فتاوی ھندیہ، کتاب الودیعۃ، الباب السابع فی ردالودیعۃ، ج4، ص354، مطبوعہ کوئٹہ)

اور جلد خراب ہونے والی چیز کے بارے میں فتاوی سراجیہ اور محیط برہانی میں ہے: "إذا كانت الوديعة شيئا يخاف عليه الفساد، وصاحب الوديعة غائب، فإن رفع الأمر إلى القاضي حتى يبيعه جاز وهو الأولى، وإن لم يرفع حتى فسدت لا ضمان عليه؛ لأنه حفظ الوديعة على ما أمر به "ترجمہ: اگر ودیعت ایسی چیز ہے کہ جس کے رکھنے سے اس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور مالکِ ودیعت غائب (موجود نہیں) ہے، تو پھر اگر اس کو بیچنے کے لیے قاضی تک معاملہ پہنچایا جائے، تو یہ جائز ہے اور یہی اولی ہے اور اگر ایسا نہ کیا گیا یہاں تک کہ وہ چیز خراب ہو گئی، تو تاوان لازم نہیں آئے گا، کیونکہ اس نے ودیعت کی حفاظت کی ہے، جس کا اسے حکم دیا گیا تھا۔

(فتاوی سراجیہ، کتاب الودیعۃ، صفحہ361، مطبوعہ مکتبہ زمزم)(محیط برھانی، کتاب الودیعۃ، ج08، ص296، مکتبہ ادارۃ القرآن)

اور قاضی نہ ہونے کی صورت میں خود ہی فروخت کرکے رقم محفوظ کرنے کے بارے میں فتاوی عالمگیری میں ہے: "وإن لم يكن في البلد قاض باعها وحفظ ثمنها لصاحبها، كذا في السراج الوهاج "ترجمہ: اور اگر کسی شہر میں قاضی نہ ہو، تو وہ خود اس کو بیچ کر اس کی قیمت مالک کے لیے محفوظ رکھے، جیسا کہ سراج وہاج میں ہے۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الودیعۃ، الباب الرابع، ج04، ص344، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدالرب شاکر عطاری مدنی

04ربیع الثانی 1443ھ 10نومبر 2021ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

ریفرنس نمبر:Nor:12365 تاریخ:24-08-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کسی شخص نے کسی مسلمان کو تھپڑ مارا یا مذاق اڑایا جس سے اس کی دل آزاری ہوئی، تو کیا بدلے میں اس کو تھپڑ مار سکتے ہیں یا اس کا بھی اسی انداز میں مذاق اڑا سکتے ہیں، جس سے اس کی دل آزاری ہو؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اولاً یہ بات ذہن نشین رہے کہ شرعی سزاؤں (قصاص، حدود و تعزیرات) کو نافذ کرنے کا حق صرف حاکمِ اسلام یا اس کے نائب کو ہے، ان کے علاوہ کسی کو ان سزاؤں کے نافذ کرنے کا اختیار نہیں۔ ثانیاً یہ کہ کسی مسلمان کو ناحق تھپڑ مارنا یا اس کا مذاق اڑا کر اس کی دل آزاری کرنا، ناجائز و حرام اور گناہ کا کام ہے۔ قرآن و حدیث میں مسلمان کو ناحق اذیت دینے والے کے متعلق سخت وعیدات وارد ہوئی ہیں، لیکن شریعت نے اس میں کوئی قصاص مقرر نہیں فرمایا، بلکہ علماء نے صراحت فرمائی ہے کہ ان چیزوں میں کوئی قصاص نہیں۔ لہذا پوچھی گئی صورت میں حکمِ شرع یہ ہے کہ جس شخص نے بھی کسی مسلمان کو ناحق تھپڑ مار کر اسے تکلیف پہنچائی یا اس کا مذاق اڑا کر اسے قلبی رنج پہنچایا، وہ گنہگار اور حق العبد میں گرفتار ہوا، اس پر لازم ہے کہ اپنے اس جرم سے اللہ کریم کے حضور معافی مانگے اور اس مسلمان سے بھی اپنا قصور معاف کروائے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: "بہتان اٹھانا، ناجائز طور پر آبرو لینا، جعل، دغا، فریب یہ سب باتیں گناہ ہیں، خواہ اپنی عورت کے ساتھ ہوں، خواہ کسی کے ساتھ، اور ان گناہوں کے لئے شرع نے کوئی حد مقرر نہ فرمائی، تو ان میں سزائے تعزیر ہے،

جس کا اختیار حاکم شرع کو ہے" (فتاوی رضویہ، جلد13، صفحہ616،615، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

حدود و قصاص و تعزیرات کا اختیار غیر سلطان کو نہیں۔ اس کے متعلق امامِ اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حدود و تعزیر و قصاص جس کا اختیار غیر سلطان کو نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ169، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

تھپڑ، مکا وغیرہ مارنے میں کوئی قصاص نہیں۔ اس کے متعلق درِ مختار میں مجتبیٰ سے منقول ہے: "لا قود فی لطمۃ و وکزۃ و وجاءۃ" یعنی تھپڑ مارنے، مکا مارنے یا دھکا دینے میں قصاص نہیں۔

اس کے تحت ردالمحتار میں طحطاوی سے منقول ہے: "فالثلاثۃ راجعۃ الی الضرب بالید وما ذکرہ لا ینافی ثبوت التعزیر" یعنی یہ تینوں ہاتھ سے مارنے کی طرف راجع ہیں اور مصنف نے جو ذکر کیا (کہ اس میں قصاص نہیں)، تو یہ ثبوتِ تعزیر کے منافی نہیں ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، جلد10، صفحہ250، مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: "تھپڑ مارا یا گھونسہ مارا یا دبوچا، تو ان کا قصاص نہیں ہے۔"

(بہارِ شریعت، جلد3، حصہ18، صفحہ790، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جو شخص مسلمان کو کسی فعل یا قول سے ایذاء پہنچائے، اگرچہ آنکھ یا ہاتھ کے اشارے سے وہ مستحق تعزیر ہے۔"

(بہارِ شریعت، جلد2، حصہ9، صفحہ407، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ایذائے مسلم بے وجہ شرعی حرام قطعی۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا﴾۔ آنانکہ آزار دہند مردان مومن و زنان مومنہ را بے جرم پس بہ تحقیق کہ بہتان و گناہ آشکارا برخود برداشتند۔ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماید: من أذی مسلما فقد أذانی ومن أذانی فقد أذی اللہ۔ ہر کہ مسلمانے را آزار داد مرا اذیت رسانید و ہر کہ مرا اذیت رساند حق تعالیٰ را ایذا کرد، اے وہر کہ او سبحانہ را ایذا کرد پس سرانجام ست کہ بگیرد اورا" یعنی مسلمان کو بغیر کسی شرعی وجہ کے تکلیف دینا قطعی حرام ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ

اِثْمًا مُّبِیْنًا﴾ وہ لوگ جو ایماندار مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی جرم کے تکلیف دیتے ہیں، بے شک انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے ذمے لے لیا۔ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "من أذى مسلما فقد أذاني ومن أذاني فقد أذى الله" جس نے مسلمان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔ یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی بالآخر اللہ تعالیٰ اسے عذاب میں گرفتار فرمائے گا۔"

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ426،425، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی رضویہ میں ہے: "حق العبد ہر وہ مطالبہ مالی ہے کہ شرعاً اس کے ذمہ کسی کے لیے ثابت ہو اور ہر وہ نقصان و آزار جو بے اجازتِ شرعیہ کسی قول، فعل، ترک سے کسی کے دین، آبرو، جان، جسم، مال یا صرف قلب کو پہنچایا جائے، تو یہ دو قسمیں ہوئیں۔۔۔۔ اور حقوق العباد میں بھی ملک دیان عزجلالہ نے اپنے دار العدل کا یہی ضابطہ رکھا ہے کہ جب تک وہ بندہ معاف نہ کرے، معاف نہ ہو گا۔"

(فتاوی رضویہ ملتقطا، جلد24، صفحہ460،459، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مسلمان کی دل آزاری کرنے والے کے متعلق امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "شرعاً وہ مرتکبِ گناہ ہوا اور نہ صرف حق اللہ بلکہ حق العبد میں بھی مبتلا، اس پر فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور زید سے اپنا قصور معاف کرائے"

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ337، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

25محرم الحرام1444ھ/24اگست2022ء

نابالغ بچے نے زمین پر پڑے ہوئے روپے اٹھالیے، تو کیا حکم ہے؟

ریفرنس نمبر: Gul 2866 تاریخ: 10-05-2023

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ نابالغ سمجھدار بچے کو راستے سے پیسے ملے ہیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس کے متعلق کیا حکمِ شرعی ہو گا؟ کیا اس پر بھی لقطہ کے احکام ہوں گے؟ شرعی رہنمائی فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جی ہاں! اس پر بھی لقطہ کے احکام ہوں گے، کیونکہ شرعی نقطہ نظر سے نابالغ بچے کے لقطہ اٹھانے کا حکم ایسا ہی ہے، جیسے بالغ کے لقطہ اٹھانے کا حکم ہوتا ہے۔ البتہ اس میں تفصیل کچھ یوں ہے کہ لقطہ کے مال کی حفاظت اور اس کی تشہیر کرنا، نابالغ کے ولی یا سرپرست پر لازم ہو گی اور تشہیر کے بعد لقطہ کے مال کو صدقہ کر دیا، بعد میں لقطہ کا مالک مل گیا اور وہ صدقے پر راضی نہ ہوا، تو اب ولی یا سرپرست اپنے مال سے لقطہ کی قیمت مالک کو دیں گے، نابالغ کے مال سے وہ رقم ادا نہیں کی جائے گی۔ نیز تشہیر کے شرعی تقاضے پورے کرنے کے باوجود مالک نہ ملے، تو بچہ اگر خود شرعی فقیر ہو، تو ولی یا سرپرست لقطہ کو بچے پر خرچ کر سکتا ہے۔

لقطہ اٹھانے والے کے لیے بالغ ہونا شرط نہیں ہے، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے: ”فاما الملتقط فلم ار من بین شرائطہ و لا یشترط بلوغہ“ ترجمہ: ملتقِط یعنی میں

نے کسی فقیہ کو لقطہ اٹھانے والے کے متعلق شرائط بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور ملتقِط کا بالغ ہونا، شرط نہیں۔ (البحر الرائق، جلد5، صفحہ162، دار الکتاب الاسلامی)

لقطہ اٹھانے میں بچہ، بالغ کی طرح ہے، لیکن لقطہ کی تشہیر کرنا، بچے کے ولی پر لازم ہوگی، جیسا کہ غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر میں ہے:" (التقاطہ کالتقاط البالغ) اقول ای فی صحتہ لا فی وجوب التعریف، وفائدۃ صحتہ ضمانہ لو لم یشہد قال فی القنیۃ: وجد الصبی لقطۃ ولم یشہد یضمن کالبالغ وبہ سقط ما قیل: ظاہرہ وجوب التعریف علیہ وھو غیر صحیح لعدم تکلیفہ ومقتضی القواعد وجوب التعریف علی ولیہ "ترجمہ: بچے کا لقطہ اٹھانا، بالغ کے لقطہ اٹھانے کی طرح ہے۔ میں کہتا ہوں کہ (یہ حکم) لقطہ کے صحیح ہونے میں ہے، تشہیر کے واجب ہونے میں (یہ حکم) نہیں۔ نابالغ کے لقطہ اٹھانے کو صحیح قرار دینے سے فائدہ یہ ہوگا کہ اگر گواہ نہ بنائے، تو ضمان لازم ہوگا۔ قنیہ میں فرمایا کہ بچہ جب لقطہ کو پائے اور گواہ نہ بنائے، تو لقطہ کے ضائع ہونے کی صورت میں ایسے ہی ضمان ہوگا، جیسا کہ بالغ پر ہوتا ہے۔ اس وضاحت سے یہ اعتراض ختم ہو جائے گا کہ عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ بچے پر تشہیر کرنا واجب ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ بچہ مکلف نہیں ہے۔ قواعد کا تقاضا یہ ہے کہ بچے کے ولی پر تشہیر کرنا لازم ہو۔

(غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر، جلد3، صفحہ319، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

البحر الرائق میں ہے:" فی القنیۃ وجد الصبی لقطۃ ولم یشہد یضمن کالبالغ "ترجمہ: قنیہ میں ہے کہ بچے کو لقطہ ملا اور اس نے گواہ نہ بنائے، تو اس صورت میں بالغ کی طرح تاوان دے گا۔ (البحر الرائق، جلد5، صفحہ163، دار الکتاب الاسلامی)

البحر الرائق میں مزید فرمایا: "قدمنا ان الملتقط اذا کان صبیا عرفھا ولیہ زاد فی القنیۃ او وصیہ ثم لہ ان یتصدق بھا... ثم رایت بعد ذلک فی شرح منظومۃ ابن وھبان للمصنف انہ قال ینبغی علی قول اصحابنا اذا تصدق بھا الاب او الوصی ثم ظھر صاحب اللقطۃ وضمنھما ان یکون الضمان فی مالھما دون الصبی "ترجمہ: ہم نے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ لقطہ اٹھانے والا اگر بچہ ہو، تو لقطہ کی تشہیر ولی پر لازم ہے اور قنیہ میں یہ زیادہ ہے کہ یا بچے کے وصی پر تشہیر کرنا لازم ہے۔۔۔ پھر میں نے مصنف کی شرح منظومہ ابن وھبان میں دیکھا کہ مصنف نے فرمایا ہمارے اصحاب کے قول پر یہ کہنا مناسب ہے کہ جب والد یا وصی صدقہ کر دے، اس کے بعد لقطہ کا مالک آجائے اور ان دونوں سے ضمان طلب کرے، تو اس صورت میں ضمان والد یا وصی کے مال سے ہو گا، بچے کے مال سے نہیں دیا جائے گا۔ (البحر الرائق، جلد 5، صفحہ 164، دار الکتاب الاسلامی)

بچے کے لقطہ اٹھانے کے احکام بیان کرتے ہوئے درِ مختار مع رد المحتار میں ہے:" فی الوھبانیۃ: الصبی کالبالغ فیضمن ان لم یشھد ثم لابیہ او وصیہ التصدق (ای بعد الاشھاد والتعریف کما فی القنیۃ)۔۔۔ وضمانھا فی مالھما لا مال الصغیر "ترجمہ: وہبانیہ میں ہے کہ بچہ بالغ کی طرح ہے، اگر لقطہ اٹھانے کے وقت گواہ نہیں بنائے، تو ضمان لازم ہو گا، پھر بچے کے والد یا وصی تشہیر اور گواہ بنانے کے بعد تصدق کریں گے اور لقطہ کا ضمان، وصی اور والد کے مال سے لازم ہو گا، بچے کے مال سے لازم نہیں ہو گا۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، جلد 6، صفحہ 429، مطبوعہ کوئٹہ، مزید امن رد المحتار بین القوسین)

بچے کو لقطہ کی چیز ملی، تو اس کے متعلق صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی

رحمہ اللہ ”بالترتیب دو مسائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”مسئلہ 8: بچہ نے پڑا مال اُٹھایا اور گواہ نہ بنایا، تو ضائع ہونے کی صورت میں اسے بھی تاوان دینا پڑے گا۔ مسئلہ 9: بچہ کو کوئی پڑی ہوئی چیز ملی اور اُٹھالایا، تو اُس کا ولی یا وصی تشہیر کرے اور مالک کا پتا نہ ملا اور وہ بچہ خود فقیر ہے، تو ولی یا وصی خود اُس بچہ پر تصدق کر سکتا ہے اور بعد میں مالک آیا اور تصدق کو اُس نے جائز نہ کیا، تو ولی یا وصی کو ضمان دینا ہو گا۔“

(بہارشریعت، جلد2، حصہ10، صفحہ475، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

19شوال المکرم1444ھ/10مئی2023ء

ریفرنس نمبر:FSD-8142 تاریخ:08-12-2022

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلے کے بارے میں کہ دو افراد کہ جن کی عمر میں کچھ فرق تھا۔ وہ دونوں نماز پڑھنے مسجد گئے۔ اِتفاقاً دونوں کی سلیپر (Slipper) ایک جیسی تھی، لیکن عمر میں فرق کی وجہ سے ایک چھوٹی اور دوسری اُس سے کچھ بڑی تھی۔ نماز پڑھنے کے بعد ایک شخص بے توجہی میں دوسرے کی چپل لے کر چلا گیا۔ جب دوسرا شخص چپل پہن کر گھر جانے لگا، تو اُسے وہ سلیپر کچھ چھوٹی محسوس ہوئی۔ گھر پہنچنے پر اُسے سمجھ آگئی کہ یہ دوسرے کی چپل ہے۔ اُس کے گھر والوں نے اسے کہا کہ آپ اگلی نماز میں یہ چپل لے کر چلے جانا، وہ دوسرا شخص آئے گا، تو اُسے اس کی چپل دے کر اپنی لے لینا۔ کافی دن گزر گئے، لیکن کوئی سلیپر چینج (Change) کرنے نہیں آیا اور اب لگتا بھی نہیں کہ وہ آئے گا، لہذا اب اس سلیپر کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جب بے توجہی سے چپل تبدیل ہو کر گھر آجائے، تو وہ شرعی اعتبار سے "لقطہ" ہے، جس کا بنیادی حکم یہ ہے کہ اُس کی تشہیر کی جائے اور مالک تک پہنچانے کے حتی المقدور ذرائع اختیار کیے جائیں، چنانچہ اگر مالِک تک رسائی ہو جائے، تو اُسے واپس کر دے اور اگر رسائی نہ ہو سکے، تو اپنے پاس بغرضِ حفاظت محفوظ کر لیا جائے یا فقیرِ شرعی پر صدقہ کر دیا جائے، لہذا مسئولہ صورت میں جو چپل غلطی سے گھر آگئی اور وہ شخص بغرضِ تشہیر اور مالک کی تلاش میں کافی دن تک مسجد لے جاتا رہا، تاکہ اصل مالک مِلے اور اُسے چپل واپس کر دے، مگر دوسرا شخص دوبارہ نہیں ملا، نیز

اب اِتنا عرصہ بھی ہو چکا ہے کہ گمانِ غالب ہے کہ وہ اپنی چپل لینے نہیں آئے گا، تو شرعاً اِس قدر تشہیر کافی ہے۔ اب اسے اختیار ہے کہ اگر چاہے، تو چپل سنبھال لے، تاکہ جب کبھی مالک لینے آئے، تو واپس کر دیں یا اُس چپل کو یا بیچ کر قیمت کو فقیرِ شرعی پر صدقہ کر دیں، لیکن یاد رکھیں کہ اگر صدقہ کر دینے کے بعد مالک اپنی چپل لینے آجائے اور علامات و قرائن سے ثابت ہو کہ اِسی کی چپل تھی، تو اُس چپل کی قیمت ادا کرنی ہو گی۔

جب کسی جگہ پر چپل تبدیل ہو جائے، اور ایک شخص کسی اور کی چپل لے کر اپنی چھوڑ جائے، تو وہ شخص کہ جس کی چپل پہلا شخص لے گیا، اس کی چپل بغیر تشہیر و تصدق کے استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ اِس کے متعلق زین الدین علامہ ابن نجیم مصری حنفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:970ھ/1562ء) لکھتے ہیں: ”كذلك الجواب في المكعب إذا سرق انتهى وقيده بعضهم بأن يكون المكعب الثاني مثل الأول أو أجود أما إذا كان الثاني دون الأول فله أن ينتفع به من غير هذا التكلف لأن أخذ الأجود وترك الأدون دليل الرضا بالانتفاع بالأدون كذا في الظهيرية وفيه مخالفة اللقطة من جهة جواز التصدق بها قبل التعريف وكأنه للضرورة“ ترجمہ: یہی جواب چوری ہوئی چپل کے بارے میں بھی ہے۔ بعض فقہاء نے اس مسئلہ کو اُس صورت کے ساتھ مقید کیا کہ جب دوسری چپل (جو وہ چھوڑ گیا ہے) پہلی چپل کی مثل یا اس سے عمدہ ہو اور اگر یہ دوسری چپل پہلی چپل سے کم درجے کی ہے، تو اِس تکلُّفِ تشہیر کے بغیر اُس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، کیونکہ عمدہ چپل لے کر کم درجے کی چھوڑ جانا، یہ چھوڑی ہوئی چپل سے فائدہ اٹھانے پر رضامندی کی دلیل ہے، اسی طرح ”ظہیریۃ“ میں ہے، لیکن اس میں لقطہ کی مخالفت ہے کہ تشہیر سے پہلے صدقہ کا جواز بیان کیا جا رہا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ ضرورت کی وجہ سے ہو۔ **(بحر الرائق، جلد5، صفحہ265، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)**

تشہیر کے بغیر تصدُّق یا ذاتی استعمال کا حکم اُس صورت میں ہے کہ جب یہ یقین ہو کہ جوتا چوری ہی کیا گیا ہے۔ اگر یقین نہ ہو، بلکہ کسی بھی اور وجہ مثلاً: تاریکی، غفلت، عدم توجہ، مشابہت یا غلطی سے کوئی فرد پہن گیا اور قرائن یہی بتاتے ہوں، تو چھوڑے گئے جوتے کے متعلق اصل لقطہ والا حکم ہو گا کہ اَوَّلاً تشہیر کی جائے اور پھر اگلے مراحل اختیار کیے جائیں، چنانچہ علامہ ابنِ عابدین شامی دِمشقی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1252ھ/1836ء) لکھتے ہیں: ”قلت:

ما ذكر من التفصيل بين الأدون وغيره إنما يظهر في المكعب المسروق ، وعليه لا يحتاج إلى تعريف ، لأن صاحب الأدون معرض عنه قصدا ۔۔۔أما لو أخذ مكعب غيره وترك مكعبه غلطا لظلمة أو نحوها ويعلم ذلك بالقرائن فهو في حكم اللقطة لا بد من السؤال عن صاحبه بلا فرق بين أجود وأدون وكذا لو اشتبه كونه غلطا أو عمدا لعدم دليل الإعراض، هذا ما ظهر لي فتأمله"
ترجمہ: میں یہ کہتاہوں: جو عمدہ وادنٰی کی تفصیل بیان کی گئی، تو یہ صرف چوری ہوئے جوتے کے متعلق ہی ظاہر ہو گی، اِس صورت میں تعریف کی ضرورت درپیش نہ ہو گی، کیونکہ گھٹیا جوتا چھوڑ جانے والا، قصداً اُس سے اِعراض کرنے والا ہے۔ہاں اگر کسی نے غلطی سے مثلاً: اندھیرے یا کسی بھی وجہ سے دوسرے کا جوتا پہن لیا اور اپنا چھوڑ گیا اور یہ چیز قرائن سے معلوم ہو کہ غلطی سے ایسا ہوا ہے، تو یہ جوتا لقطے کے حکم میں ہے، چنانچہ جوتے کے ادنیٰ یا اعلیٰ ہونے کے فرق کے بغیر اِس جوتے کے مالک کے متعلق تفتیش کرنا ضروری ہے۔یونہی اگر معاملہ مشتبہ ہو کہ اٹھانے والے نے غلطی سے جوتا اٹھایا ہے یا جان بوجھ کر تو اِس صورت میں بھی لقطہ کا ہی حکم ہے، کیونکہ چھوڑنے والے کی طرف سے اِعراض کی کوئی دلیل نہیں پائی جا رہی۔

(ردالمحتار مع درمختار، جلد6، مطلب: سرق مکعبہ ووجد مثلہ اودونہ، صفحہ438، مطبوعہ کوئٹہ)

جب جوتا لقطہ کے حکم میں ہے ، تو لقطہ کے استعمال کے متعلق علامہ محمد بن ابراہیم حلبی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 956ھ / 1049ء) لکھتے ہیں: "للملتقط أن ينتفع باللقطة بعد التعريف لو فقيرا وإن غنيا تصدق بها ولو على أبويه أو ولده أو زوجته لو فقراء" ترجمہ: لقطہ اٹھانے والے کو اپنی ذات کے لیے بھی حق حاصل ہے کہ وہ اچھی طرح تشہیر وغیرہ کر کے اپنی ذات پر ہی خرچ کر لے، بشرطیکہ وہ خود فقیرِ شرعی ہو، اگر خود غنی ہے، تو اُسے کسی اور پر صدقہ کرے، خواہ ماں باپ پر، بیٹے پر، بیوی پر، بشرطیکہ یہ سب فقرائے شرعیہ ہوں۔

(ملتقی الابحر مع مجمع الانھر، جلد2، کتاب اللقطۃ، صفحہ529، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

اوپر "بحر الرائق" کے جزئیہ میں گھٹیا جوتا چھوڑ جانے اور عمدہ لے جانے کو چوری اور گھٹیا کے استعمال کرنے کی اجازت پر "دلیل الرضا" کہا گیا، چنانچہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے "جد الممتار" میں یہ کلام فرمایا کہ ہم کسی مسلمان کے بارے میں یہ بدگمانی کیسے کر سکتے ہیں کہ ادنیٰ چھوڑ کر اعلیٰ جوتا چوری کے ارادے سے ہی لے کر گیا

ہے، نیز اُس کا یہ فعل اَدنیٰ کے استعمال کی اجازت ہے، کیونکہ بعض دفعہ جوتے ملتے جُلتے ہوتے ہیں اور پہننے والا بے توجہی میں غلطی سے جوتا پہنتا اور گھر چلا جاتا ہے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ جوتا غلطی سے لے آیا ہوں، لہٰذا فقط اَدنیٰ چھوڑ جانے اور دوسرا پہن جانے کو "چوری" کی وجہ سے ہی نہیں کہا جاسکتا۔

امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1340ھ / 1921ء) لکھتے ہیں: "قولہ: دلیل الرضا: أقول: في الدلالۃ ضعف ظاھر، فلربما یلتبس علی الإنسان فیلبس ویذھب ثم یطلع وھو لا یعلم لمن ھذہ؟ فیعجزہ عن الإیصال، نعم من الجھلۃ من یتعمد ذلك وکیف یساء الظن بالمسلم ما لم یعلم! بل یحمل علی ما ذکرنا من الالتباس، فأین الدلالۃ؟ ثم لما تجاوز النظر إلی ما أفاد المولی الشامي رأیتہ نحا نحو ما نحوت، فللہ الحمد" ترجمہ: "صاحبِ بحر" کے "دلیل الرضا" کہنے کے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ گھٹیا جوتا چھوڑ جانے کو رضامندی کی دلیل قرار دینا نہایت کمزور بات ہے، کیونکہ بسا اوقات انسان پر معاملہ مشتبہ ہو جاتا ہے اور وہ دوسرے کے جوتے پہن کر چلا جاتا ہے، پھر بعد میں اِس اَمر پر مطلع ہوتا ہے، لیکن یہ نہیں جانتا کہ یہ جوتے کس کے ہیں، چنانچہ عدمِ علم اُسے اصل مالک تک پہنچانے سے عاجِز کر دیتا ہے، (لہذا وہ لقطہ بن جاتا ہے۔) ہاں یہ ضرور ہے کہ بہت سارے جاہل قصداً یہ حرکت کرتے ہیں، لیکن کسی مسلمان کے متعلق بغیر یقینی معلومات کے یہ براگمان نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اِس کو اُسی پر محمول کیا جائے گا، جو ہم نے مشتبہ ہونے والی بات ذکر کی، لہٰذا رضامندی پر دلالت کہاں ہو گی؟ پھر جب میری نظر علامہ شامی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے بیان کردہ افادہ پر پڑی، تو میں نے دیکھا کہ وہ تقریباً میری جیسی رائے کی طرف ہی متوجہ ہوئے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی ہی حمد ہے۔

(جد الممتار علی رد المحتار، جلد5، صفحہ420، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

13 جمادی الاولی 1444ھ/08 دسمبر 2022ء